درس حدیث

مولانا یحییٰ نعمانی

عبادات میں غلو دین میں پسندیدہ نہیں

(۲)

(۲) ’’حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً دین (پر عمل کرنا) آسان ہے لیکن جو کوئی بھی اس پر عمل کرنے میں غلو اور مبالغہ سے کام لے گا وہ (ضرور پریشانی کا شکار ہوگا اور تھک کر) ہار جائے گا۔ پس تم دین پر ٹھیک ٹھیک عمل کرنے کی کوشش کرو اور (اللہ کی طرف سے) خوشخبری قبول کرو۔ اور صبح اور شام کے وقت کی عبادات اور کچھ رات (کے نوافل) کے ذریعہ (اس راہ پر استقامت میں) مدد لو‘‘۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے اگر چہ عبادات اور اعمال صالحہ کا اہتمام چاہتا ہے، اس نے ان کو بقدر وسعت نیکیوں کی کثرت کا حکم بھی دیا ہے اور اعمال صالحہ پر آخرت میں ایسا اجرِ عظیم اور جنت کی ایسی نعمتوں کا بھی وعدہ کیا ہے کہ بلند ہمتی اور حوصلہ مندی کا بھی تقاضہ یہی ہے کہ انسان اپنے طور پر عبادات وطاعات اور اعمال صالحہ کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ کرنے کی کوشش کرے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان اپنے آپ کو مشکلات سے دوچار کرلے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اعتدال و نرمی اور (آنحضرت ﷺ کے معمول وطریقہ کو چھوڑ کر) دین میں شدت پسندی کا راستہ اختیار کرتا ہے اور غلو و مبالغہ سے کام لیتا ہے تو اعمال صالحہ اس قدر کثیر ہیں اور نیکی کے راستے اتنے زیادہ ہیں اور دوسری طرف انسان اتنا کمزور ہے کہ بہر حال وہ تھک کر ہار جائے گا۔ اس حدیث میں آنحضرت نے یہ حقیقت بھی بیان فرمائی ہے کہ دین آسان ہے۔ اس میں شدت نہیں ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ جو تابعین کے عہد کے مشہور امام و مصلح ہوئے ہیں فرماتے ہیں:

تمہارے لیے صحیح طریقہ خدائے وحدہ لاشریک کی قسم۔ یہی ہے کہ نہ غلو وشدت پسندی ہو اور نہ عمل میں کمی ہو۔ اس سنت کے طریقہ پر جمے رہو اللہ تم پر رحمت کرے (سنن الدارمی)

حدیث کے آخر میں حضور ﷺ نے لوگوں کو نصیحت کی کہ عبادات اور خصوصاً نفل نمازوں اور ذکر وتلاوت کے لیے ایسے اوقات کا انتخاب کیا جائے جو نشاط و دلجمعی کے خاص اوقات ہیں۔ اس مصلحت کی بنا پر آپ نے مشورہ دیا کہ صبح اور شام کے اوقات میں ذکر و نماز اور خاص طور پر رات کی نفل نماز (یعنی تہجد) اس سلسلہ میں بہت مفید اور دینی ترقی کا ذریعہ ہیں۔ ان اوقات میں طبیعت میں خاص نشاط ہوتا ہے اور اللہ نے بھی ان وقتوں میں خاص کر برکت و قبولیت اور تاثیر رکھی ہے۔

(۳) حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک رسی بندھی ہوئی

ہے۔آپ انے پوچھا: یہ کیا ہے؟لوگوں نے جواب دیا کہ یہ رسی زینب رضی اللہ عنہا کی ہے وہ (لمبی لمبی) نماز پڑھتی ہیں۔ جب تھک جاتی ہیں تو اس سے سہارا لے کر کھڑی ہوتی ہیں۔آپ انے فرمایا: نہیں نہیں، اس کو کھول دو۔آدمی اس وقت تک (نفل) نمازیں پڑھے جب تک نشاط و طاقت رہے، جب طبیعت سست ہونے لگے یا کمزوری ہونے لگے تو بیٹھ جائے۔(صحیح البخاری و صحیح مسلم)

حدیث کا مطلب واضح ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب عورتیں مسجد میں آیا کرتی تھیں۔محدثین کا خیال ہے کہ یہ غالبًا آں حضرت ﷺ کی زوجۂ مطہرہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے۔وہ زیادہ سے زیادہ ثواب کے حصول کے لیے کثرت سے نوافل پڑھتی تھیں۔ یہاں تک کہ اگر تھک جاتیں تو رسی کا سہارا لے کر کھڑے ہو کر نمازیں پڑھتی رہتیں۔آپ ﷺ نے اس طریقہ کو پسند نہیں فرمایا۔اور ارشاد فرمایا کہ جب تک دل لگے اور جسم کو تھکان اور کمزوری لاحق نہ ہو اس وقت تک نفل پڑھنی چاہیے پھر آرام کرنا چاہیے۔مگر یہاں یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اگر کسی شخص کی اپنی فطری کمزوری یا شوق میں کمی کی وجہ سے (جیسا کہ ہم جیسوں کا عام حال ہے) تھوڑے بہت نوافل کا بھی اہتمام شاق گذرتا ہے تو اس کے لیے بھی یہی تعلیم ہے کہ اگر اس کی طبیعت سست ہو رہی ہو تو وہ نفل عبادت نہ کرے بلکہ آرام کرے۔ یہ سمجھنا صحیح نہیں ہوگا۔ بلکہ ایسے شخص کے لئے تو تعلیم یہ ہوگی کہ وہ اپنے جسم اور نفس کو عبادات اور نوافل کا عادی بنا کے اور طبیعت پر کچھ جبر کر کے نفل عبادت کرے۔اس طرح اس کی طبعی سستی دور ہوگی۔

(۴) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات کرائی تھی۔(یعنی ابتدائی مدنی زندگی کے دستور کے مطابق حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جو مہاجر تھے ان کو حضرت ابو درداء انصاری رضی اللہ عنہ کا بھائی قرار دیا تھا) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک دن ابو درداء کے گھر گئے تو ان کی بیوی کو بڑے سادے اور بے رونق کپڑوں میں دیکھا (یہ پردے کے حکم آنے سے پہلے کی بات ہے) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: خیریت تو ہے؟ انہوں نے کہا: آپ کے بھائی ابو درداء رضی اللہ عنہ بڑے دنیا بے زار آدمی ہیں۔(یعنی ان کو بیوی سے کوئی رغبت نہیں) ابو درداء آئے کھانا لگایا، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا آپ بھی کھایئے انہوں نے کہا: میرا تو روزہ ہے۔حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں اگر آپ نہیں کھائیں گے تو میں بھی نہیں کھاؤں گا (اس لیے کہ مہمان کے خیال سے نفل روزہ توڑنا اور اس کے ساتھ کھانا جائز ہے) ابو درداء رضی اللہ عنہ کھانے میں شریک ہو گئے۔رات آئی تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نماز کو کھڑے ہونے لگے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں ابھی سویئے وہ سو گئے، تھوڑی دیر بعد پھر اٹھنے لگے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں ابھی سو جایئے۔پھر جب رات کا آخری حصہ شروع ہوا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا اب اٹھیے اور نماز پڑھیے۔

دنوں نے تہجد کی نماز پڑھی۔ پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تمہارے رب کا تم پر حق ہے، تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے گھر والوں کا بھی تم پر حق ہے، لہٰذا ہر حق والے کو اس کا حق ادا کرو۔ اگلے دن حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور پورا واقعہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی بات آپ کو بتلائی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سلمان نے ٹھیک کہا ہے۔ (صحیح بخاری)

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر رسول اللہ ﷺ کی تذکیری مجالس، آپ ﷺ کے وعظ و پند اور قرآن و حدیث کے علم کے اثر سے کس درجہ آخرت طلبی اور ذوق و شوق پیدا ہو گیا تھا۔ کبھی کبھی اس ذوق و شوق کی وجہ سے بعض حضرات عبادات میں اس درجہ کثرت کرنے کا ارادہ کرتے تھے جو اعتدال کے مطابق نہیں ہوتا تھا۔ جس کی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل علم و فہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اصلاح کر دیا کرتے تھے۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ تقرب الی اللہ اور دینی ترقی کا صحیح راستہ اعتدال کا راستہ ہے، جس میں جسم و جان اور اہل و مال سب کے حقوق ادا کرتے ہوئے عبادات و نوافل کا مناسب اہتمام کیا جائے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے چند لفظوں میں اس حقیقت کو اس طرح بیان فرمایا کہ: تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے، اور تمہارے گھر والوں کا بھی تم پر حق ہے۔ (اور ایک روایت میں آتا ہے کہ ''تمہارے آنے والے مہمان دوستوں کا بھی تم پر حق ہے'') لہٰذا ہر حق والے کا حق ادا کرو۔'' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے پھر اس اعتدال کی راہ پر عمل بھی کر کے اس طرح دکھایا کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو پوری رات نماز پڑھنے سے روکا مگر آخر شب میں خود بھی تہجد کے لیے کھڑے ہوئے اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے بھی کہا اب اٹھیے اور تہجد پڑھیے۔

(۵) حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ملاقات ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو انہوں نے خیریت پوچھی، میں نے عرض کیا حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا ارے ارے! کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا حضور ﷺ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ﷺ جنت جہنم کا تذکرہ کر کے ہم کو نصیحت کرتے ہوتے ہیں تو ہماری قلبی کیفیت ایسی ہوتی ہے کہ گویا آخرت کے مناظر آنکھوں کے سامنے ہیں۔ (یہ تو نفاق کی حالت ہوئی) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: خود ہم لوگوں کا بھی کچھ یہی حال ہے۔ بہر حال ہم دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے کہا اے اللہ کے رسول (ﷺ)! حنظلہ تو منافق ہو گیا آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیوں کیا بات ہوئی؟

میں نے کہا ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہم سے جنت اور جہنم کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ہمارے ایمان کا یہ عالم ہوتا ہے کہ گویا سب کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہو۔ پھر جب ہم یہاں سے نکل کر کاروبار اور بال

بچوں میں مشغول ہوجاتے ہیں تو غفلت طاری ہوجاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم میری مجلس میں تمہارا جو حال ہوتا ہے اگر وہی باقی رہے تو تمہارے بستروں پر اور راستوں میں فرشتے تم سے مصافحے کریں۔ مگر حنظلہ یہ کیفیات گھڑی گھڑی کی باتیں ہیں، یہ گھڑی گھڑی کی باتیں ہیں، یہ گھڑی گھڑی کی باتیں ہیں۔ (صحیح مسلم)

اللہ اکبر! صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے بارے میں نفاق سے ڈرتے ہیں۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دل کا جب یہ حال دیکھا کہ یقین وتوجہ اور تذکر و اخبات کی جو کیفیت ان کو حضور ﷺ کی مجلسوں میں نصیب ہوتی ہے بال بچوں اور کاروبار میں لگ کر وہ نہیں رہتی تو ان کو شبہ ہوا کہ کہیں یہ نفاق تو نہیں۔ مگر جب انہوں نے آں حضرت ﷺ سے اپنی اس بے چینی کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ یہ سب گھڑی گھڑی اور وقت وقت کی بات ہے۔ یہ کیفیات مستقل باقی نہیں رہتیں۔ بندۂ مؤمن جس وقت عبادات میں مشغول ہوتا اور مخلوق سے اپنی توجہ منقطع کر کے اللہ کی طرف یکسوئی کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے وہ بعد میں باقی نہیں رہتا۔ یہ سب الگ الگ وقتوں کی باتیں ہیں لہٰذا اس کی وجہ سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔